جناب ثروت صولت

یوگوسلاویا کے شہر اُسکُپ میں عثمانی دَور کی یادگاریں

اُسکُپ جسے انگریزی میں (SKOPJE) لکھا جاتا ہے یوگوسلاویا کا ایک اہم تاریخی شہر ہے اور اس وقت یوگوسلاویا کی ریاست مقدونیہ کا دارالحکومت ہے۔ ترکی زبان میں اس شہر کو اُسکُپ کہا جاتا ہے۔ چودھویں صدی میں یہ شہر سرویا کی حکومت کے ماتحت تھا۔ ۱۳۸۹ء میں سلطان مراد خاں اوّل نے سرویا کو عثمانی سلطنت کا باجگزار بنالیا اور اس طرح اسکپ پر عثمانی ترکوں کی بالادستی قائم ہوگئی۔ ۱۳۹۲ میں سلطان بایزید یلدرم نے اُسکُپ کو براہِ راست عثمانی سلطنت میں شامل کرلیا۔ اس وقت یہاں کوئی شہر نہیں تھا صرف ایک چھوٹا سا قلعہ تھا۔ شہر کی بنیاد بایزید یلدرم نے رکھی اور اس کے بعد مراد ثانی نے اس کو توسیع و ترقی دی۔ عثمانی دَور میں اُسکُپ ولایت قوصووہ (KOSOVO) کا صدر مقام اور بلقان میں شمال مشرقی سمت عثمانی فتوحات اور مہموں کے لیے مرکز کا کام دیتا تھا۔ ترکوں نے شہر کو مسجدوں، حماموں، مدرسوں، کتب خانوں، خانقاہوں اور دوسری عمارتوں سے آراستہ کیا۔ سترھویں صدی میں یہاں دس ہزار پختہ مکانات، ایک سو بیس مسجدیں، ایک سو دس سبیلیں اور بیس خانقاہیں تھیں۔ مدرسے، حمام اور کلب وغیرہ ان کے علاوہ تھے۔ اسکپ کا شہر جنوب مشرقی یورپ میں اسلامی تہذیب اور تمدن کا بہت بڑا مرکز تھا۔ ترکوں نے اپنے پانچ سو سالہ دورِ اقتدار میں جو تعمیری کام انجام دیئے ان کی نشانیاں آج بھی قدیم شہر کے چپے چپے میں بکھری پڑی ہیں۔ ترکی ادب کے ارتقا میں بھی اس شہر کا اہم حصہ ہے۔ جدید ترکی کے سب سے بڑے شاعر یحیٰی کمال بیاتلی اسی شہر میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۶۸۹ میں جب آسٹریا کی فوج نے چھاپہ مارا تو اس کو جلا کر راکھ کر دیا۔ ۱۹۱۲ میں جنگِ بلقان میں یہ شہر ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس طرح اس شہر پر مسلمانوں کا اقتدار پانچ سو اکیس سال قائم رہا۔ اسکپ جب ترکوں کے ہاتھ سے نکلا تو اس وقت شہر کی ۳۲ ہزار آبادی میں سترہ ہزار مسلمان تھے۔ ۲۶ر جولائی ۱۹۶۳ء کو یہاں ایک شدید زلزلہ آیا اور اسلامی دَور کی کئی عمارتیں اس درجہ شکستہ ہوگئیں کہ استعمال کے قابل نہیں رہیں۔ اہلِ سرویا کے حملے کے بعد یہ دوسری بڑی تباہی تھی جس کا اس شہر کی تاریخی یادگاروں کو سامنا کرنا پڑا۔

بہرحال ان تباہیوں کے باوجود شہر کے قدیم حصے کی عمارتوں پر آج بھی ترکی کی گہری چھاپ ہے اور ہر جگہ مسلمانوں کے ثقافتی اثرات نظر آتے ہیں۔ جرمن، ترکی اور یوگوسلاویا کی زبانوں میں شہر کی تاریخی یادگاروں سے متعلق متعدد تحقیقی مقالے لکھے گئے ہیں۔ ذیل کا مضمون ایک ترک فاضل ڈاکٹر سماوی اے یی جہ (EYİCE) کے مقالے کا ترجمہ ہے جو انقرہ کے ماہنامہ ترک کلتورو (TÜRK KÜLTÜRÜ) کی ستمبر ۱۹۶۳ کی اشاعت میں شائع ہوا تھا۔ ڈاکٹر سماوی نے زلزلے سے دو سال قبل ۱۹۶۱ میں اسکپ میں کچھ وقت گزارا تھا اور انھوں نے تاریخی عمارتوں کی تصویریں بھی لی تھیں۔ اس لحاظ سے یہ مضمون بڑی تاریخی اہمیت کا حامل ہے ــــ [مترجم]

قلعہ

ہر پرانے شہر کی طرح اُسکپ میں بھی ایک قلعہ ہے۔ اولیا چلپی کے زمانے میں اس قلعے میں تین سو فوجی حفاظت کے لیے موجود رہتے تھے۔ قلعہ تراشے ہوئے پتھروں سے بنایا گیا ہے۔ فصیل دوہری دیواروں کی ہے اور اس میں ستر برج ہیں۔ قلعے کی بنیاد غالباً ترکوں سے پہلے کی ہے لیکن قلعہ عثمانی دور کے آغاز میں تعمیر کیا گیا۔ ایک دروازے پر سلطان مراد ثانی کا نام اور ۱۴۴۶ء کندہ ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کم از کم قلعے کا ایک حصہ اس زمانے میں تعمیر کیا گیا ہوگا۔

جامع مراد ثانی

اسکپ میں ترکوں کے دور میں کئی بڑی مسجدیں تعمیر کی گئیں۔ ان میں سب سے اہم سلطان مراد ثانی کی مسجد ہے جس کو "جامع خونکار" بھی کہا جاتا ہے۔ مسجد کے کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد مراد ثانی نے ۱۴۳۶ء میں تعمیر کرائی تھی۔ اس کے بعد ۱۵۳۷ء میں یہ مسجد جل گئی اور سلیمان قانونی کے زمانے میں ۱۵۳۸ اور ۱۵۴۲ کے درمیان اس کو از سر نو تعمیر کیا گیا۔ ۱۶۸۸ میں جب آسٹریا کی فوجوں کا اُسکپ پر قبضہ ہوا تو یہ مسجد ایک بار پھر آتش زنی کا نشانہ بنی اور سلطان احمد سوم نے ۱۷۱۰ء کے قریب اس کو پھر بنوایا۔ موجودہ صدی کے آغاز میں سلطان محمد رشاد کے زمانے میں مسجد کی ایک مرتبہ پھر مرمت کی گئی۔ اس طرح یہ مسجد اب اپنی ابتدائی شکل میں نہیں ہے۔ مسجد کی بازو کی دیواریں اور رواق کسی قدر قدیم معلوم ہوتے ہیں۔ اندرونی حصہ ستونوں کی دو قطاروں کے ذریعے تین حصوں میں تقسیم ہے۔ مسجد کی چھت لکڑی کی ہے جو اس قسم کی عمارتوں کے لیے عجیب معلوم ہوتی ہے۔ رومیلی میں ترکوں کے

تعمیر کردہ بیشتر میناروں کی طرح اس مسجد کا مینار بھی بہت بلند ہے۔

جامع مصطفےٰ پاشا

یہ مسجد ۱۴۹۲ یا ۱۴۹۳ کی تعمیر ہے۔ اس کو مصطفےٰ پاشا کسی شخص نے تعمیر کروایا تھا جس کے بارے میں علم نہیں کہ وہ کون تھا۔ مسجد کے بانی مصطفےٰ پاشا کا جب ۱۵۱۹ میں انتقال ہوا تو وہ اسی مسجد کے پاس دفن کیا گیا۔ عام طور پر مسجد کے بانی کے نام کو اس دور کے دوسرے لوگوں کے ناموں سے خلط ملط کر دیا جاتا ہے جن کے نام مصطفےٰ پاشا تھے۔ اس مسجد کا نقشہ اور بیرونی منظر سیدھا سادا ہے لیکن اندرونی حصے صناعی کے نقطہ نظر سے، خصوصاً دروازے، محراب اور منبر، قابل دید ہیں۔ مسجد تین گنبدوں پر مشتمل ہے جن میں ایک بڑا ہے اور دو یکساں۔

جامع بورمالہ مینار

یہ مسجد ولایت قارلی کے امیر محمد بے نے ۱۴۹۴ء میں دریائے وردر کے پل کے پاس تعمیر کرائی تھی۔ یہ مسجد ۱۹۲۵ میں گرادی گئی تھی اور اب اس کی جگہ ایک فوجی بارک تعمیر کی گئی ہے۔ یہ بات مجھے ان اخباروں سے معلوم ہوئی جن میں زلزلے کی خبریں دی گئی تھیں۔ لیکن قدیم عمارت کی جو ایک دو تصاویر ملتی ہیں ان کی مدد سے ہم اس کے طرز تعمیر کو کسی حد تک سمجھ سکتے ہیں۔ اس مسجد کا مینار چونکہ چکر دار تھا اس لیے اس کو بورمالہ مینار یعنی چکر دار مینار والی مسجد کہا جاتا تھا۔

جامع یحییٰ پاشا

یہ مسجد رومیلی کے حاکم بیلر بے یحییٰ پاشا نے ۱۵۰۳ میں بنوائی تھی۔ اس مسجد کے مینار کی بلندی پچاس میٹر ہے اور یہ اُسکپ شہر کا سب سے اونچا مینار ہے۔ مسجد مربع شکل میں ہے اور پانچ حصوں میں تقسیم ہے۔ اس کی چھت عجیب قسم کی نوکدار چھت ہے۔ ممکن ہے اس مسجد میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہوں اور اصل میں یہ مسجد گنبد والی ہو لیکن گنبد کے گر جانے کے بعد موجودہ چھت ڈالی گئی ہو۔

۱۴۶۹ میں اسحاق بے کے لڑکے محمد بے نے جامع محمد بے کے نام سے جو مسجد بنوائی اس کے بارے میں ان معلومات کے علاوہ جو مسجد کے کتبے پر درج کی گئی ہیں مزید معلومات حاصل کرنا ممکن نہیں۔

جامع اسحاق بے

اسکپ کی بڑی مسجدوں میں دو مسجدیں ایسی ہیں جو فنِ تعمیر کے نقطہ نظر سے اور ان کے بانیوں کی تاریخی

اہمیت کی وجہ سے قابلِ توجیہ ہیں۔ ان میں ایک جامع اسحاق بے ہے جس کو آلاجہ جامع بھی کہتے ہیں۔ یہ مسجد مراد ثانی کے دور میں ۱۴۳۸ میں اسحاق بے بن پاشا یگیت (Yiğit) نے بنوائی تھی۔ پاشا یگت اس فوج میں شامل تھے جس نے اسکپ فتح کیا تھا۔ ۱۵۱۹ میں اس مسجد کو اسحاق بے کے پوتے حسن بے نے مزید وسعت دی اور اس کی تجدید کی۔ پاشا یگت اور ان کے گھر والوں نے رومیلی کی فتح اور اس کو ترک رنگ دینے میں عظیم کردار ادا کیا ہے۔ موجودہ ترکی میں تراقیا (یوروپی ترکی) سے لے کر یوگوسلاویا میں سرویا تک اس خاندان کے اثرات عمارتوں کی شکل میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ مسجد کے دائیں اور بائیں سمت میں مسافروں کے لیے خاص طرز کے کمرے بنے ہوئے تھے جن کو ترکی میں تابخانہ کہا جاتا ہے۔ اس قسم کی مسجدوں کو زاویہ والی مسجد کہا جاتا ہے۔ بعد میں ان کمروں اور گنبددار وسطی حصے کے درمیان حائل دیوار کو ہٹا دینے سے اس مسجد نے وہ شکل اختیار کر لی جس کو ترکی میں محلہ مسجد یا بازار مسجد کہا جاتا ہے۔

جامع عیلسی بے

اسحاق بے کے بیٹے عیلسی بے کی تعمیر کی ہوئی مسجد بھی بالکل اسی طرز کی ہے، لیکن طرزِ تعمیر جامع اسحاق بے سے کسی قدر بہتر ہے۔ طغرائی انداز میں جو کتبہ ہے اس میں مسجد کی تاریخ تعمیر ۱۴۷۵ دی ہوئی ہے۔ یہ عالی شان عمارت پانچ گنبدوں پر مشتمل ہے جو ضخامت میں یکساں ہیں۔ دونوں اطراف میں دو دو تابخانے حجرے ہیں۔ اس طرز کی عمارتوں کا ابتدائی عثمانی دور میں بہت رواج تھا اور میرے خیال میں یہ حجرے درویش صفت اور صالح مسافروں کے قیام کے لیے بنائے جاتے تھے اور اس طرح اس دور کی مسجدوں نے اجتماعی اور دینی اداروں کی شکل اختیار کر لی تھی۔

چند اور مسجدیں

کتابوں اور تصویروں کو دیکھنے سے اسکپ میں اور بھی چھوٹی چھوٹی مسجدوں کا پتا چلتا ہے جو عثمانی دور میں تعمیر کی گئی تھیں۔ شہر پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے اور بھی مسجدیں نظر آتی ہیں۔ مسجدوں کی ایک بڑی تعداد اسکپ کے ترکوں کے ہاتھ سے نکلنے کے بعد گرا دی گئی۔ کچھ زلزلے میں گر گئیں۔ مثال کے طور پر مداح بابا مسجد کا اب صرف ایک مینار باقی رہ گیا ہے۔ جامع قورشونلو خان پندرھویں صدی کی تعمیر ہے۔ ایک گنبد والی مسجد ہے اور اس کی دیواریں پتھر اور اینٹوں کے صاف ستھرے کام کا اچھا نمونہ ہیں۔ اس کا مینار مختصر سا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی بونے کے سر پر بڑا سا کلاہ رکھ دیا گیا ہو۔ اس قسم کا مینار ایک اور مسجد کا ہے جسے آراستہ مسجد کہتے ہیں۔ یہ معمولی سی

مسجد ہے۔ شہر کی مسجدوں میں جامع خاتون جُکلر بھی قابلِ ذکر ہے۔ اس کی چھت سادہ ہے، لیکن باہر کی دیواروں پر پتھروں اور اینٹوں کا ملا جلا کام قابلِ توجہ ہے۔ سامنے کے حصے میں توازن پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس مسجد میں دلکشی پیدا ہو گئی ہے۔

خانقاہیں

۱۹۲۰ میں اُسکپ میں پندرہ خانقاہیں اور ان کے آثار موجود تھے۔ ان میں سے آٹھ خانقاہیں اب بھی آباد ہیں۔ ان میں رفاعی خانقاہ سب سے بڑی ہے جس کا کتبہ ۱۸۴۰ء میں پھر سے لکھا گیا ہے۔ ایک اور بڑی خانقاہ مولوی خانہ ہے۔ یہ پہلے ملک احمد پاشا کی حویلی تھی جو سترھویں صدی میں رومیلی کے والی تھے۔ رفاعی خانقاہ کے پاس قبرستان میں سترھویں صدی کے لوگوں کی قبریں ہیں۔ پروفیسر ایچ۔ ڈبلو دودا (DUDA) کی طرف سے شائع کی ہوئی تصویروں اور معلومات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی خانہ عثمانی سلطنت کے آخری دور میں بڑے پیمانے پر از سرِ نو بنایا گیا اور اس وقت وہ اپنی اسی حالت میں موجود ہے۔ اولیا چلیبی نے اسکپ میں مداح بابا اور لقمان بابا کی خانقاہوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

مدرسے

اُسکپ کے قدیم مدرسوں کی تعداد اور ناموں سے واقف ہونے کے باوجود ہمارے پاس ایسی معلومات نہیں جن سے ان کے فنِ تعمیر پر مفید روشنی پڑ سکے۔ ہم جانتے ہیں کہ تمام بڑی مسجدوں میں ایک مدرسہ ہوتا تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ جنگِ بلقان کے زمانے میں شہر میں بارہ مدرسے کام کر رہے تھے۔ ان میں ایک مکتبِ سلطانی یا اُسکپ کالج تھا جس میں سلطان محمد رشاد ششتم ۱۹۱۱ میں رومیلی کی سیاحت کے دوران قیام پذیر ہوتے تھے۔ اس مدرسے کی عظیم عمارت آخری دور کے عثمانی طرزِ تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔

حمام

ترکوں نے اپنی مملکت کے ہر شہر کی طرح اُسکپ میں بھی کئی حمام تعمیر کیے۔ اولیا چلیبی نے عیسیٰ بے چفتہ حمام اور جامع یحییٰ پاشا کے پاس واقع قزل حمام اور شبین گل حمام کا ذکر کیا ہے۔ ۱۹۲۰ء میں کم از کم چھ سات حمام ایسے موجود تھے جو صناعی اور فنِ تعمیر کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتے تھے اور غالباً اب بھی موجود ہیں۔ ان میں ایک داؤد پاشا چفتہ حمام ہے جسے بوسنہ (بوسنیا) کے سنجق بے داؤد پاشا نے ۱۴۷۳ء میں بنوایا تھا۔ آخری دور میں اس کی مرمت بھی کی گئی۔ اس کا سامنے کا حصہ اینٹ اور پتھر کا ہے اور دو

کمرے لباس بدلنے کے لیے مخصوص ہیں۔ اس کی تعمیر عثمانی دور کے دوسرے حماموں کی طرح کی گئی ہے۔ اس پر جو کتبے لگے ہوئے ہیں ان کی تصاویر کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اب اس حمام کو میوزیم بنا دیا گیا ہے۔ ضینگل حمام اب استعمال کے قابل نہیں رہا۔ اس کی دیواریں پتھر اور اینٹ کے کام کا خوب صورت نمونہ ہیں۔

دریائے وَردَر کا پُل

اُسکپ میں ترکوں کی ایک اہم یادگار دریائے وَردَر کا شاندار پل ہے۔ اس پل کے گرد و نواح کا علاقہ اب بالکل بدل گیا ہے اور پل کے چاروں طرف جدید طرز کی عمارتیں بن گئی ہیں۔ میں نے یہ پُل ۱۹۶۱ء میں دیکھا تھا اور شہر کے دونوں حصوں کو ملانے والی پُر ہجوم شاہ راہ اب بھی اسی پُل پر سے گزرتی ہے۔ محکمۂ سیاحت کے ایک کتابچے کے مطابق جس کی علیسی بے کے آثار خانہ کی ایک دستاویز سے تصدیق ہوتی ہے، یہ پُل سلطان مراد ثانی کے دور سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اُسکپ کے عثمانیوں کے ہاتھ سے نکلنے سے ذرا پہلے دریائے وَردَر پہ ایک جدید طرز کا پل بھی تعمیر کیا گیا تھا جس کا نام محمود شوکت پاشا پل تھا۔

نظامِ آب رسانی

ترکوں نے اپنے دور میں اُسکپ میں آب رسانی کا نہایت عمدہ نظام قائم کیا تھا۔ اولیا چلپی کے مطابق شہر میں ایک سو دس حوض اور فوارے تھے جن سے مختلف محلوں کو پانی بہم پہنچایا جاتا تھا۔ اگرچہ اس تعداد کی توثیق نہیں کی جا سکتی اور اس تعداد میں مبالغہ بھی ہو سکتا ہے لیکن اس کا بھی احتمال ہے کہ ان کی بڑی تعداد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ برباد ہو گئی ہو۔ اس وقت اُسکپ کے شمال مغرب میں اور اسکپ اور گچانک کے درمیان سے گزرنے والی شاہ راہ کے داہنی طرف شاندار پختہ نہریں (Aqueduct) دیکھی جا سکتی ہیں۔ ان محرابی نہروں کو بعض روایات کے مطابق علیسی بے نے اور بعض روایات کے مطابق مصطفٰے پاشا نے بنوایا تھا۔ اس وقت ان نہروں کے ۵۴ ستون اور ۵۵ محرابیں موجود ہیں۔ یہ محرابیں اکہری اینٹوں کی ہیں اور ستون پتھر اور اینٹ کے ہیں۔ ان نہروں کی پچھلی صدی کے آغاز میں حمزہ پاشا نے مرمت کی تھی۔ اُسکپ کی یہ محرابی نہریں رومیلی میں پروان چڑھنے والے ترکی تمدن کا قابلِ ذکر نمونہ ہیں۔

بازار اور منڈیاں

اُسکپ کا شہر ایک بڑا تجارتی مرکز بھی تھا۔ چنانچہ ترکوں نے یہاں بکثرت بدستان اور کارواں سرائیں تعمیر کروائیں۔ اُسکپ کا بدستان حسبِ معمول ایک قلعہ نما عمارت ہے جس کا دروازہ فولادی ہے۔ یہ

بدستان جامع آلاجہ کے وقف کے طور پر تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ بازار ۱۹۳۲ تک موجود تھا، لیکن اس کے بعد کیا ہوا، یہ معلوم نہ ہو سکا۔

اُسکپ کی سرائوں میں قورشنلو خان جس کو اب عجائب گھر بنا دیا گیا ہے سب سے شاندار ہے۔ پروفیسر ت۔ اوکچ (OKIC) کے ایک نوٹ کے مطابق یہ جگہ موذن زادہ حاجی مصلح الدین کی ملکیت تھی جنھوں نے سرائے کے پاس ایک مسجد تعمیر کی تھی اور ۱۵۵۰ء میں اس کو وقف قرار دیا تھا۔ یہ سرائے پتھر اور اینٹ کی سنگین عمارت ہے۔ درمیان میں ایک صحن ہے جن کے گرد اینٹوں کے گول ستونوں پر قائم محراب دار رواق ہیں۔ اسحاق بے کی بنائی ہوئی سرائے صولوخان دودا (DUDA) کے بیان کے مطابق خراب و خستہ ہونے کے باوجود اس وقت تک استعمال میں تھی۔ یہ بھی قورشونلو خان کی طرح دو منزلہ ہے اور صحن کے چاروں طرف کمرے بنے ہوئے ہیں۔ اولیا چلیبی کے سفرنامے میں اور بھی کئی سرائوں کے نام ملتے ہیں، لیکن ان میں سے کون کون سی سرائیں اب موجود ہیں یہ معلوم نہیں۔

اسکپ کا گھنٹہ گھر بھی شہر کی عمارتوں میں ایک امتیازی خصوصیت کا حامل ہے۔ ترکی زبان میں اُس کو "ساعت قُلّہ سی" کہا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد بہت پرانی ہے۔ اولیا چلیبی نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس گھڑی کے گھنٹے کی آواز ایک دن کے فاصلے سے سُنی جا سکتی ہے۔ بعد میں اس کی کئی مرتبہ مرمت کی گئی۔ موجودہ عمارت ۱۸۸۹ کی ہے۔

قبرستان اور مقبرے

ترکوں کے زمانے کے قبرستان اور مقبروں کے بارے میں بھی ہمارے پاس زیادہ معلومات نہیں۔ جب اُسکپ عثمانی سلطنت میں شامل تھا تو ایک پوسٹ کارڈ پر ایک قبرستان کی تصویر دی گئی تھی، جس میں ہر طرف سنگ ہائے مزار نظر آتے تھے۔ لیکن اس قبرستان کے علاوہ شہر میں کئی ایسے مقبرے موجود ہیں جو تاریخی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان میں بعض فنی کمال کے ایسے نادر نمونے ہیں جو ترکی فنِ تعمیر کے نقطۂ نظر سے تحقیقات کا موضوع بن سکتے ہیں۔ چکر دار مینار والی مسجد کے پاس واقع قرلی ایلی بے محمد کا مقبرہ جسے مسجد کے ساتھ گرا دیا گیا ایک ایسا مقبرہ تھا جس کا بالائی حصہ شش گوشی (چھ کونوں والی) کلاہ کی طرح تھا۔ ابن پیکوا اور رکچا نکلی کے مقبرے بھی گرا دیے گئے ہیں، لیکن ان کی تعمیری خصوصیات کے بارے میں ہمارے پاس دستاویزی ثبوت موجود ہیں۔

شہر کے مشرقی حصے میں ایک پہاڑی ڈھلوان پر واقع قبرستان کے سب سے اونچے حصے میں ایک مقبرہ ہے جسے لوگ قاضی بابا یا غازی بابا کا مقبرہ کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ مقبرہ دراصل اسکپ کے قاضی اور مشہور تذکرہ نگار عاشق چلپی متوفی ۱۵۷۱ء کا مقبرہ ہے۔ یہ مقبرہ اور اس کے ساتھ ہی خانقاہ آگ لگنے سے جل گئی تھی اور بعد میں حاجی غالب نے موجودہ شکل میں اس کو تعمیر کروایا۔ مقبرہ آٹھ گوشوں کی گنبد دار عمارت ہے۔

ایک اور مقبرہ فاتح غازی کا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ پاشا یگت کا ہے اور عوام اسے مداح بابا کا مقبرہ کہتے ہیں۔ پاشا یگت نے اناطولیہ سے آکر رومیلی کی فتح میں بڑا کردار ادا کیا اور ان کی افسانوی شخصیت کے نقوش ترکی تراقیا میں کیشان یگت نامی گاؤں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

اسحاق بے کا مقبرہ جو جامع اسحاق بے کے پاس ہے شہر کے مقبروں میں سب سے شاندار ہے۔ یہ آٹھ گوشوں والے گنبد کی شکل میں ہے۔ بالائی حصوں میں رنگین نقش و نگار ہیں۔ جہاں تک مصطفےٰ پاشا کے مقبرے کا تعلق ہے، یہ نسبتاً سادہ ہے۔ خاتون جکلر مسجد کے پاس خاتون جک مقبرہ اور جامع خونکار کے پاس واقع علی پاشا داغستانی کا مقبرہ کلاسیکی عثمانی طرز کا نمونہ ہیں۔ اوپر ایک ایک گنبد ہے۔ محرابیں لوکدار ہیں اور ستونوں پر قائم ہیں۔ جامع خونکار کے پاس ہی بیگی خان کا مقبرہ ہے جو ۱۵۵۶ء یا ۱۵۵۷ء کی تعمیر ہے۔ یہ مربع شکل کا مسقف مقبرہ ہے۔ اوپر ایک گنبد ہے۔

ایک اور مقبرہ آلتی ایاک (چھ پاؤں) کے نام سے موسوم ہے۔ گنبد نہیں ہے۔ اس کا اسلوب کلاسیکی ہے اور ستونوں پر قائم محرابوں کے درمیان ایک انتہائی خوب صورت قبر ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ یختی بے کی قبر ہے۔

غازی بابا پہاڑی پر اسکپ سے کو پالووا کی طرف جانے والی سڑک پر کرال قزی تربیسی (بادشاہ کی لڑکی کی تربت) واقع ہے۔ یہ مقبرہ گنبد دار ہے۔ عمارت مربع شکل کی ہے اور چار ستونوں پر قائم ہے۔ یہ بھی ترکی انداز کا کھلا مقبرہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں سٹیفن کوترومانووک (STEFAN KOTRO MANOVIC) کی لڑکی کیتھرائن دفن ہے۔

ماخذ

۱۔ صالح عاصم: اُسکپ تاریخچہ سی مطبوعہ ۱۹۳۲ء۔ اس کتابچے میں اولیا چلپی کے بیانات اور

۱۹۳۲ء میں اُسکپ کی صورت حال کو یک جا کر دیا گیا ہے۔

2. HERBERT DUDA : BALKANTURKISCHE STUDIEN (WIEN 1948.)

۳۔ ای۔ ایچ۔ آئیوردی، یوگوسلاویا میں ترکوں کی یادگاریں اور اوقاف - یہ دودا کی کتاب پر مبنی ایک مقالہ ہے جو ۱۹۵۷ء میں VAKIFLER DERGISI III (رسالہ اوقاف) میں شائع ہوا تھا۔

۴۔ توموکی : مقدونیہ کے انتہائی توجیہہ مقبرے - یہ مقالہ سروی زبان میں ہے اور اسکپ یونیورسٹی ٹکنیکل فیکلٹی کے سالنامہ ۵۸-۱۹۵۷ میں شائع ہوا۔

۵۔ کچانکلی محمد پاشا کا وقف نامہ جس کو حسن کلیشی (KALESI) اور محمد محمیدووچ (ME-HMEDOVIC) نے ۱۹۵۸ میں اسکپ سے شائع کر دیا تھا۔

(بقیہ تاثرات)

معلومات اور علم وفضل میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ اپنی رائے کے عالمِ دین تھے۔ نہایت خوددار اور حق گو تھے۔ نتائج سے بے پرواہ ہو کر برسرِ منبر کلمۂ حق کہنا ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ تحقیقِ مسائل اور طریق اظہار میں ان کا ایک خاص اسلوب تھا۔ جو بات صحیح سمجھتے، بلا جھجک بیان کر دیتے۔ اس سلسلے میں کسی متعین اور مخصوص فقہی مسلک کو ملحوظِ خاطر نہ رکھتے —— ان میں ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ غرورِ علم سے دل بالکل پاک تھا اور ذرائع شہرت سے اجتناب کرتے تھے، اسی لئے چھپنے سے ہمیشہ چھپتے رہے۔ ان کی ساختِ جسم اور جلالتِ علم کی بنا پر قرآن کے الفاظ میں کہنا چاہیے کہ بسطۃ فی العلم والجسم تھے۔

مرحوم نے تحریکِ قیامِ پاکستان میں بھی نمایاں کردار ادا کیا اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ مل کر جمعیۃ علماء اسلام کی بنیاد ڈالی اور پاکستان کی تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لیے بے حد تگ و دو کی۔

افسوس ہے، اس قسم کے اصحابِ فضل وکمال تیزی سے اٹھتے چلے جا رہے ہیں اور ان کی جگہ پُر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سانچے ہی ٹوٹ گئے ہیں، جن میں ان اوصاف کے حامل لوگ ڈھل کر تیار ہوتے تھے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔